तार : "आकाशवाणी"
Telegram : "AKASHVANI"

भारत सरकार
Government of India
आकाशवाणी
All India Radio
वार्ता / लघु कथा शाखा
(Talks / Short Story Branch)

आकाशवाणी–कार्यक्रम-
(पैरा 5-10-11/5-11-15 देखिए
AIR—P—
(See Paragraphs 5-10-11/5-11-1:

सेवा में
To,

Dr. Mohammed Sibhatulla,
Selection Gr. Lecturer,
Dept. of Urdu,
Govt. Arts College,
Bangalore.

सं.
No. URDU SECTION

दिनांक
Dated 18/2/1995

महोदय / महोदया,
Dear Sir / Madam,

इस पत्र के पीछे छपी शर्तों पर हम नीचे लिखे विषय, दिनांक और समय पर आपकी वार्ता/लघुकथा सहर्ष प्रसारित करेंगे कृपया संलग्न पुष्टिपत्र पर हस्ताक्षर कर के हमको लौटती डाक से भेज दीजिए। इसके लिए हम आपके आभारी होंगे।

We shall be pleased to broadcast your talk(s) / short story on the subject, date and time detailed below upon the conditions printe overleaf. We shall be obliged if you could kindly sign and return the attached confirmation sheet not later than ____

शीर्षक
* TITLE Talk on ' Ghavasi Shakshiyat our fun'

दिनांक
Date(s) 20/3/95 (Recording on 9/3/95 at 2.p.m.)

प्रसारण का समय
Time of Broadcast 10.p.m.

प्रसारण की अवधि
Duration 10'

प्रसारण का स्थान
Place of Broadcast A.I.R. Bangalore.

शुल्क रु.
Fee Rs. Rs. 250/- (Rupees Two Hundred and fifty only)

अनुवर्ती प्रसारण शुल्क
Subsequent Broadcast Fee -

(इस पत्र के नीचे छपी शर्तों के खण्ड 4(क) /4 (ख) /4(ग) के अध्याधीन)
(Subject to Clause 4 (a) / 4 (b) / 4 (c) of conditions printed below.

हमारा विशेष निवेदन यह है कि आप कृपया इस शर्त का पालन करके हमारी सहायता करें कि प्रसारण के लिए जो तारी नियत की गई है उससे कम से कम दस दिन पहले वार्ता / लघुकथा की पांडुलिपि केन्द्र निदेशक के पास पहुच जाए। इस न का पालन न होने पर केन्द्र के सामान्य कार्यक्रम में गंभीर अवरोध पैदा हो जाता है।

We would particularly ask you to assist us by complying with the condition that the manuscript of the talk / short story should be the hands of the Station Director not less than 10 days before the date fixed for the Broadcast. The normal routine of the Station is seriou hampered if this condition is not observed.

स्टैंप शुल्क सरकार द्वारा वहन किया जाएगा।
The Stamp Duty will be borne by the Government.

भवदीय,
Yours faithfully,

कृते केन्द्र निदेशक,
For Station Director,
भारत के राष्ट्रपति के लिए और उनकी ओर
For and on behalf of the President of India

* लघुकथा के मामले मे लेखक उसका शीर्षक यहां भरे।
* In case of Short Story, the title of the Short Story will be filled in by the author.

غواصی شخصیت اور فن

دکن نے پندرھویں صدی عیسوی سے تقریباً تین صدیوں تک اردو شعر و ادب کو صحت مند اور ترقی دار رجحانات عطا کئے۔ یہ صحیح ہے کہ اردو زبان کی اپنی ہیئت اس دور میں حسین و جمیل نہیں تھی لیکن اس کو خوبصورت بنانے اور سنوارنے میں جن ادیبوں اور شاعروں نے حصہ لیا ان میں غواصی کا کارنامہ بھی کسی سے کم نہیں ہے۔

بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد جن پانچ سلطنتوں کا قیام عمل میں آیا ان میں قطب شاہی اور عادل شاہی سلطنتیں اپنی ادب پروری کے لیے مشہور ہیں۔ اردو زبان و ادب کی ترقی کا یہ سلسلہ جو بیجاپور و گولکنڈہ میں آج سے چھ سو سال قبل شروع ہوا تھا اس وقت سے آج تک برابر جاری ہے۔ صوبۂ کرناٹک کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ اس کے پاس ایک ایسا خطہ موجود ہے جس نے اردو زبان و ادب کو جنم دیا اور اسے پروان چڑھایا۔

گولکنڈہ کے دور حکومت میں ہمیں دو قد آور شاعر ملتے ہیں غواصی اور وجہی۔ وجہی محمد قلی قطب شاہ کے دربار کا ملک الشعراء تھا تو غواصی عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ملک الشعراء تھا۔ ۱۰۱۸ھ میں جب وجہی نے اپنی شہرۂ آفاق مثنوی قطب مشتری تصنیف کی تو اس نے غواصی پر یہ چوٹ کی

اگر غوطے لک برس غواص کھائے تو اک گوہر اس دھات امولک نہ پائے
یو موتی نہیں وہ جو غواص پائیں یو موتی نہیں وہ جو کس ہات آئیں
غواصاں تے غوطے کھا کھائے کر موئے ہیں سو اس سمند میں آئے کر
نہ پیچے نہ پیچا ہے گن گیان میں سو طوطی منج ایسا ہندوستان میں

ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۰۱۸ھ میں غواصی بحیثیت شاعر اتنا مشہور ہو چکا تھا کہ خود پسند وجہی کو غواصی کی شاعرانہ شخصیت میں اپنا حریف نظر آنے لگا۔ ۱۰۳۵ھ میں جب غواصی نے سیف الملوک و بدیع الجمال تصنیف کی تو وجہی کی چوٹ کا جواب یوں دیا

بچن کے سمند کا ہوں غواص میں دہر نہار ہوں موتیاں خاص میں
جگت جوہری میرے پاس آئے میرے خاص موتیاں کوں جیو کر لیجائے
مرا گیان عجب شکرستان ہے جو اس تے میٹھا سب ہندوستان ہے
دیتے ہیں جو طوطی ہندوستان کے بھی کھاری ہیں منج شکرستان کے

قطب مشتری کی تصنیف کے ۷ سال بعد مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال تصنیف ہوئی اس مدت میں ان دونوں میں رقابت کارفرما تھی۔ لیکن غواصی کے قصیدہ کا یہ شعر

اس دکن کے شاعراں میں تج شہنشاہ کے نزیک
ہے غواصی اور وجیہی شاعر حاضر جواب

اس بات کی تردید کرتا ہے کہ ان دونوں میں رقابت کارفرما تھی۔ اس بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وجہی اور غواصی دونوں اچھے دوست تھے لیکن شاعری کے فن میں انہوں نے اپنے آپ آپکو مرد میدان سمجھا۔ ان شاعرانہ چشمکوں کو دوسرے الفاظ میں پیشہ ورانہ رقابت کہہ سکتے ہیں جو ہر زمانہ میں عام ہے۔

غواصی کے سوانحی حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ خارجی شواہد کے کوئی آثار نہیں ملتے۔ البتہ

اس کے تصانیف، مثنویاں، دیوان، تاریخ اور مآثر الشعراء کے تذکرے غواصی کے حالات زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ غواصی کی پیدائش کے بارے میں اندازہ ہے کہ وہ ابراہیم قلی قطب شاہ (۹۵۷-۹۸۸) کے دورِ حکومت میں پیدا ہوا ہوگا۔ وہ ملا وجہی اور محمد قلی قطب شاہ سے عمر میں چھوٹا تھا لیکن اپنی شاعری کی وجہ سے مشہور ہو چکا تھا۔ عبد اللہ قطب شاہ کے تخت نشین ہوتے ہی اس نے دربار میں رسائی حاصل کر لی اس سے قبل وہ سرکاری ملازم تھا۔ اس کا کام رات کے وقت پہرہ دینا تھا اور یہی اس کی گزر معاش کا ذریعہ تھا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ وہ سماجی و معاشی حیثیت سے عسرت و کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہا تھا۔ کہو

گرچہ مسکین اور ادکھی مفلس ہوں میں   عاشقاں میں صاحب مجلس ہوں میں

گرچہ بے ساماں ہیں ہور مفلس پکتے یک ولے   ہے بجن ہر اک سپاہا راہے بدل در خوش آب

جب وہ اس کام سے بالکل تنگ آ چکا تو اس نے بادشاہ کے دربار میں ایک قصیدہ پیش کیا اور درخواست کی کہ اسے پہرہ داری سے نجات دلائے

پہرے پر تھے پہرا منجے تر نے نیٹ زہرا منجے   کرماں لیو پہرا منجے جم راج کرا سے راج توں

اور اسے پہرہ داری سے معافی مل گئی۔ اس طرح رفتہ رفتہ بادشاہ کی مہربانیوں سے وہ خوشحال ہوتا گیا۔ عبد اللہ قطب شاہ ایک نو عمر بادشاہ تھا جس کی سرپرستی حیات بخشی بیگم (۱۰۰۲- ۲۸ شعبان ۱۰۷۷ھ) کر رہی تھیں۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کی اکلوتی بیٹی، محمد قطب شاہ کی رفیقۂ حیات اور عبد اللہ قطب شاہ کی ماں تھی۔ اس خاتون نے تین بادشاہوں کا دور دیکھا تھا۔ ادب کا ذوق باپ سے ورثہ میں پایا۔ غواصی پر جو مہربانیاں ہوتی رہیں وہ بادشاہ کے در پردہ حیات بخشی بیگم کی مہربانیاں تھیں۔ اس بارے میں غواصی اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت انسان سمجھتا ہے ۱۰۳۵ تا ۱۰۶۹ھ تک اس چودہ سالہ قلیل مدت میں غواصی کو وہ تمام دنیوی مراتب اور اعزازات حاصل ہوئے جس کا وہ آرزو مند تھا۔

غواصی کے شاعرانہ ذخیرہ میں ہمیں بہت سے اصناف سخن کا پتہ ملتا ہے۔ اس کو فارسی اور دکنی دونوں زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ اس کے کلیات میں غزل قصیدہ رباعی قطعات ملتے ہیں۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے یہ دنیا کا واحد نسخہ ہے جس میں ۱۸۱ اوراق ہیں اس میں ۲۷۲ غزلیات، ۳۵ قصائد اور ۲۹ رباعیاں شامل ہیں

غواصی کے تغزل کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حقیقت پسند شاعر ہے اپنے اشعار میں ہندوستانی ماحول کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کے کلام میں حسن و عشق کے ہندوستانی تقاضے پورے ہوتے دکھائی دیتے ہیں وہ اپنے محبوب کے حسن کو اجاگر کرنے کے لیے افکار و خیالات، جذبات و احساسات کو سیدھے سادے انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس کے لہجہ میں گھلاوٹ، زبان کی حلاوت اور غنائیت ظاہر ہوتی ہے درد بھرے شعروں کو غزل کے ساز پر اس طرح چھیڑتا ہے کہ سننے والا بھی ارتعاش محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا

پیا بن پیالا پیا جائے نا   پیا باج یک تل جیا جائے نا

کہیا تھا جو پیو بن صبوری کروں   کہیا جائے اماں کیا جائے نا

غواصی نہ دے منج دیوانے کو پند   دیوانے کوں کچ پند دیا جائے نا

کیا ہے غواصی غزل درد بھری   دلے اس پیا یک سنانا کہاں

غواصی کی غزلوں میں عورت کے لطیف جذبات کی ترجمانی کے علاوہ صنفِ نازک کی نفسیات اور اس کی فطرت کے شعور کا احساس بھی پایا جاتا ہے اور یہ خصوصیت ریختی کا انداز اختیار کر لیتی ہے۔

نیند تھے آنک جو کھلی ناگاہ گود میں آفتاب دیکھی میں
رات کیوں دن ہوا ہور بائی نہ کچھ فکر کر بے حساب دیکھی میں
ہے ادھر سائیں کوں امرت دے پیا کر آج منج پیاسی کوں وہ امرت پلا دیں تو بھلا

غواصی کی غزلوں میں اخلاقی اور روحانی عناصر بھی پائے جاتے ہیں جن میں وہ روحانی تعلیمات یا بلند اخلاقی معیاروں کو اپنانے اور مادیت کی برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے

دنیا کے طمطراق تھے درگذری بھلی یعنی زمیں کے بار سر افگندگی بھلی
گر زندگی کی منج تو خبر پوچھتا ہے تو جس زندگی کوں مرگ نہیں وہ زندگی بھلی

غواصی بڑے سیدھے سادھے انداز میں اپنے قلبی واردات کو بڑے پر اثر انداز میں پیش کرتا ہے مثلاً

اے دلا رام میں جدھر جاؤں دل کوں تیرے پاس دھر جاؤں
نین کو فرش سر کو پا کر پاؤں نت گلی میں تیری گذر جاؤں

غواصی کی ہندوستانی محبوبہ کی تصویر دیکھیے

کالے پٹیاں میں پھول بھر جب سوں گندی سو یوں دسی
تاریاں کی مہمانی مگر کرتے تھے تارے تار رات

لال دو گال رنگ بھرے تیرے عین جیوں نارنگیاں ہیں بنگال
پھول ادھر منج سوں بول بارے توں کس چمن کی ہے پھول کی ڈالی

غواصی کے غزلیات کے یہ اشعار ثابت کرتے ہیں کہ وہ دبستان دکن کا صف اول کا شاعر تھا یہی وجہ تھی کہ نئی نسل کے شعراء نے اس کے تتبع کو باعث فخر سمجھا اس کے الفاظ اور خیالات کو اپنایا۔

شاعری میں غواصی کا دوسرا میدان ہے مثنوی۔ اس کی تین مثنویاں منظر عام پر آ چکی ہیں وہ ہیں مینا ستونتی، سیف الملوک و بدیع الجمال اور طوطی نامہ۔

مینا ستونتی ایک اخلاقی مثنوی ہے جس کا قصہ بالکل سیدھا سادا ہے۔ مینا گوالے کی خوبصورت بیوی ہے جس کی بچپن ہی میں شادی ہو چکی ہے۔ جب یہ دونوں جوانی کی منزل میں قدم رکھتے ہیں تو شہزادی گوالے پر عاشق ہو جاتی ہے اور اس کو بہلا پھسلا کر اس کے ساتھ فرار ہو جاتی ہے مینا اس کے فراق میں اکیلی رہ جاتی ہے۔ بادشاہ اس سے انصاف کرنے کے بجائے خوبصورت گوالن مینا پر عاشق ہو جاتا ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے ایک دوتی کی خدمات حاصل کرتا ہے۔ ماہر دوتی مینا کو بہلا پھسلا کر بادشاہ کے حرم میں داخل کرنے کی لگاتار چھ ماہ تک کوشش کرتی ہے لیکن مینا جو ایک اصیل عورت ہے اس کے دام فریب میں نہیں آتی اس کے رویہ سے پہچان لیتی ہے کہ یہ بدکار عورت مجھے فریب دیکر برے راستے پر لے جانے کی کوشش کر رہی ہے۔ دوتی کی ساری کوششیں بیکار جاتی ہیں اور وہ تھک ہار کر بادشاہ کے پاس واپس آ جاتی ہے بادشاہ کو اپنے کئے کا بہت پچھتاوا ہوتا ہے اور وہ اپنی بیٹی کو

تلاش کروا کے واپس بلاتا ہے اور اس کو سنگسار کروا دیتا ہے۔ گوالے کو مینا کے پاس
واپس بھیج دیتا ہے۔ دوتی کو سر منڈوا کر گدھے پر سوار کرکے شہر بدر کر دیتا ہے اس طرح
سے مینا ستونتی کو اس کا شوہر واپس مل جاتا ہے اور وہ دونوں ہنسی خوشی اپنی زندگی
گذارتے ہیں۔ اس مثنوی کو ڈاکٹر غلام عمر خاں نے مرتب کرکے شائع کیا ہے جس میں ۷۵۹
اشعار ہیں۔

سیف الملوک و بدیع الجمال ایک شہزادہ اور پری کی کہانی ہے غواصی نے فارسی
الاصل قصے کو دکنی جامہ پہنایا ہے یہ مثنوی ۱۰۲۵ میں تصنیف ہوئی۔ اس مثنوی کو وہ
محمد قطب شاہ کے نام معنون کرکے دربار میں رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن بادشاہ کے مزاج کی
ناموافقت کے باعث اس کی مقصد براری نہ ہو سکی ۱۰۳۵ھ میں جب عبداللہ قطب شاہ تخت
نشین ہوتے ہی غواصی نے یہ مثنوی اس کے نام معنون کردی اور دربار میں رسائی حاصل کرلی
رفتہ رفتہ ملک الشعراء بن گیا فصاحت آثاری کا خطاب حاصل کیا جاگیریں ملیں
گی گولکنڈہ کا سفیر بن کر بیجاپور گیا جہاں اس نے ایک نیا ادبی رجحان پیدا کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ
مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال غواصی کی مثنویوں میں شاہکار مثنوی ہے یہ بزمیہ
مثنوی ۲۲۰۶ اشعار پر مشتمل ہے۔

غواصی کی تیسری مثنوی طوطی نامہ ہے جو دراصل سنسکرت شکو کا سپ تتی یعنی طوطے
کی زبانی کہی ہوئی ۷۲ کہانیاں ہیں ضیاء الدین نخشبی نے اس کا ۷۳۰ھ میں فارسی میں ترجمہ
کیا ۱۰۴۹ھ میں غواصی نے اس کو دکنی جامہ پہنایا۔ ان ۷۲ کہانیوں میں غواصی نے ۵۲
کہانیوں کا انتخاب کیا ہے ان کہانیوں میں عورت کا تریا چرتر واضح ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ غواصی کو عورت کی بے وفائی کا کافی تلخ تجربہ ہوا ہے۔ اس مثنوی میں چار ہزار
اشعار پائے جاتے ہیں شکو کا سپ تتی کا دنیا کی میں ۳۵ تراجم پائے جاتے ہیں جو نظم اور نثر پر مشتمل
ہیں۔ سالار جنگ لائبریری حیدرآباد کی مجلس اشاعت دکنی مخطوطات نے غواصی کی دونوں
مثنویوں سیف الملوک و بدیع الجمال اور طوطی نامہ کو زیور طبع سے آراستہ کیا ہے۔ غواصی
کی یہ آخری مثنوی ہے۔ مثنوی کے آخر میں اس نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جس میں وہ
اس دنیا سے بیزار نظر آتا ہے ۱۰۸۳ھ میں جب عبداللہ قطب شاہ کا انتقال ہو جاتا ہے
تو غواصی بھی گولکنڈہ چھوڑ کر اپنے پیر سید شاہ حیدر ولی کے پاس نلنگہ آجاتا ہے
اس نے اپنے آخری ایام اپنے پیر کی خدمت میں گذارے اور وہیں انتقال کیا سید شاہ حیدر
ولی کے احاطے کے باہر ایک سنگ سیاہ کی قبر ہے جو غواصی کا مدفن بتلائی جاتی ہے۔